اسلامی صنائع لطیفہ اور یورپی صنائع پر ان کا اثر

(اے ایچ کرسٹی)
از

مترجمہ

(جناب سید مبارز الدین صاحب رفعت، لکچرر کالج آف آرٹس اینڈ سائنس، گلبرگہ)

(۴)

چودھویں صدی عیسوی کے آخر میں مرصع کاری کا فن زوال پذیر ہو چکا تھا۔ شام میں مغلوں کی تباہ کاری اور ۱۴۰۱ء میں دمشق میں تیمور کے قتل عام نے معروف و آباد مراکز میں قیامت برپا کر دی اور ۱۵۱۷ء میں عثمانی ترکوں کی فتح مصر نے قاہرہ کے بچے کھچے استادوں کو بھی منتشر کر دیا۔ ادھر تو یہ فن اپنے اصلی گھر میں زوال پذیر ہو رہا تھا، اُدھر یورپ میں اس فن پر بڑھتی ہوئی توجہ مبذول کی جا رہی تھی جہاں اسے ایک نئی شاندار زندگی حاصل ہونے والی تھی۔ پندرھویں صدی میں مشرق سے وہ تجارتی کاروبار جو حروبِ صلیبیہ کے دوران میں اطالوی شہروں نے قائم کر لئے تھے، بڑے زور و شور سے پروان چڑھ رہے تھے۔ اطالیہ کے چھوٹے چھوٹے رئیسوں کے شاندار درباروں میں مشرقی ساز و سامان کو زبردست حسنِ قبول حاصل ہو گیا تھا۔ ان رئیسوں کے کاریگران چیزوں کو اپنے لئے نمونہ قرار دے کر بڑی نفیس چیزیں تیار کرنے لگے۔ وینس میں اسلامی دھاتی کام نے مقامی صناعوں کو اتنا زیادہ متاثر کیا کہ ایک واضح وینیسی مشرقی دبستان ہی وجود میں آگیا جس میں اسلامی تکنیک اور تشکیل اطالوی نشاۃِ ثانیہ کے مذاق کے مطابق اختیار کی گئی تھیں۔ اس طرح کی صناعی کی ایک مثال پیتل کا ایک طبق ہے جو وکٹوریا اینڈ البرٹ میوزیم میں رکھا ہوا ہے۔ یہ طبق پندرھویں صدی کے وسط کا بنا ہوا ہے۔ اس پر چاندی کی مرصع کاری کی گئی ہے۔ نقشہ اسلامی ہے اور اس میں گتھے ہوئے بیل بوٹوں کا کام ہے جو اس سے پہلے کے عہدوں کے قاہرہ کی تزئین کاری کی یاد تازہ کر دیتا ہے۔ اس طبق کے بیچ میں چاندی

کا ایک سپر بنایا گیا ہے جس پر مینا کاری میں ویرونا کے ایک امیر خاندان اوچی ذی گیں کا خاندانی نشان بنا ہوا ہے۔ اسی طرح دوسری چیزیں بھی ہم عصر ایرانی کام کے نمونے پر بنائی جا رہی تھیں جو خود وینیس میں ہو رہا تھا۔ یہ کام ایرانی صناع انجام دے رہے تھے جو اس شہر میں آ کر بس گئے تھے۔

تیرھویں اور چودھویں صدی میں دھاتی کام نے ایران میں وہی ڈھنگ اختیار کیا جو موصل کے دبستان نے اختیار کیا تھا۔ موصل کے دبستان سے ایرانی کام کا گہرا ربط تھا۔ لیکن ایران میں یہ کام جیسے جیسے ترقی کرتا گیا برتنوں کی شکل و صورت میں نفاست کا عنصر بڑھتا گیا اور ان کی تزئین میں بھی اصلاحیں کی گئیں۔ سولھویں صدی کے ابتدائی سالوں میں جب صفوی خاندان برسر اقتدار آیا تو ایران کے قومی آرٹ کو پھر ایک حیاتِ تازہ ملی اس وقت تک یہ تبدیلیاں ایک نئی طرز کی حیثیت ارتقار پا چکی تھیں۔ اس طرز میں عام طور پر مرصع کاری کو خطوط کے نقشوں یا کتبوں تک محدود کر دیا گیا تھا۔ یہ مرصع کاری ایسی زمینوں میں کی جاتی تھی جن میں بڑی دیدہ ریزی کے ساتھ بیل بوٹوں کے نمونے بنائے جاتے تھے۔ اس طرز کا ایک نمونہ بادے کے اوپر کا ایک ڈھکن ہے جو برٹش میوزیم میں محفوظ ہے اس پر محمود الکردی کے دستخط ہیں۔ یہ مشہور ایرانی استاد تھا اور سولھویں صدی کے ابتدائی سالوں میں وینیس میں کام کرتا تھا۔

قرونِ وسطیٰ میں مسلمان صناع سونے اور چاندی میں جس طرح کی مرصع کاری سے کام لے رہے تھے، وہ ایک حد تک یورپ کے ہم عصر صناعوں کی دھاتی مینا کاری کا جواب تھا۔ یورپ کے ان صناعوں کی یہ مینا کاری یورپی اصطلاح میں "منبت کاری" (Champleve enamel) کہلاتی ہے مختلف اشیاء پر رنگین شیشوں کے مسالے سے منبت کار نقشے بناتے تھے۔ ادھر مسلمان ایسے ہی طریقے سے عام طور پر ہیرے جواہرات سے ان اشیاء کو مزین کرتے تھے۔ دھات پر مینا کاری یقیناً مشرق میں مروج تھی لیکن اس کے قطعی اسلامی نمونے کم یاب ہیں۔ مقریزی نے فاطمی خزانوں کی جو فہرست دی ہے ان میں مختلف رنگوں کی مینا کاری سے مزین منقش طلائی لوحوں کا ذکر ملتا ہے۔ فسطاط کے ویرانے میں ایک دھاتی ٹکیا ملی ہے۔ اس ٹکیا پر پتے کے نقش و نگار بنائے گئے ہیں اور اس پر مینا کاری کے اس

طریقے سے جس میں مختلف رنگوں کو ایک پتلی لکیر سے جدا رکھتے ہیں، ایک کتبہ بنایا گیا ہے۔ یہ ٹکیا اب قاہرہ کے "دار آثار العربیہ" میں رکھی ہے۔ لیکن مسلمانوں کی میناکاری کا سب سے اہم معلومہ نمونہ تانبے کا ایک پیالا ہے جو انس برک (Innsbruck) کے فردی نندم عجائب گھر میں محفوظ ہے۔ اس پیالے کو منبت کاری سے مزین کیا گیا ہے اس کے وسطی حلقہ میں سکندر کے صعود کی تصویر بنائی گئی ہے۔ اس کے اطراف حلقے ہیں جن کے اندر دیومالائی پرندوں کی شکلیں بنائی گئی ہیں۔ یہ حلقے ایسی زمین پر بنائے گئے ہیں جس کو کھجور کے پیڑوں اور استادہ شکلوں سے مزین کیا گیا ہے۔ اگرچہ اس پیالے کی طرز بازنطینی ہے لیکن اس پر جو کتبہ درج ہے اس میں بتایا گیا ہے کہ یہ عراق کے خاندان ارتقیہ کے ایک حکمراں کے لئے بنایا گیا تھا جس نے بارہویں صدی کے وسط میں حکومت کی ہے۔

میناکاری کے جو چند ایک نمونے ہم تک پہنچے ہیں ان سے اندازہ لگائیے تو یہ محسوس ہوتا ہے کہ مسلمان صناعوں کو میناکاری کا کام زیادہ نہیں بھایا۔ پندرھویں صدی میں کہیں جا کر اسپین میں تلواروں سے متعلق سامان پر بھاری میناکاری سے یہ فن پھر اسلامی ملکوں میں نمودار ہوتا ہے۔ یہ مثالیں، ہندوستان میں مغل شہنشاہوں کے لئے تیار کی ہوئی بعد کی میناکار چیزوں کی طرح روایتی ارتقا سے زیادہ غالباً بیرونی اثرات کے پرتو کی شاہد ہیں۔

دوسری قسم کی میناکاری یعنی مٹی کے برتنوں پر رنگین روغن چڑھانے میں مسلمان ابتدائی زمانے ہی سے استادانہ مہارت کا ثبوت دیتے آرہے تھے۔ اسلامی دورِ حکومت میں مصر اور مشرق ادنیٰ کے کوزہ گروں نے اس فنی عمل اور ان تزئینی تدبیروں کو نہ صرف زندہ کیا بلکہ انھیں ترقی بھی دی جو کم بیش نیم مردہ حالت میں قدیم الایام سے اس وقت تک باقی چلی آرہی تھیں۔ سبزی مائل نیلے رنگ کی روغنی سطح والے خوبصورت دیواری ٹائیل مصر میں بہت ابتدائی زمانے ہی سے ملتے ہیں اور مختلف رنگوں میں ایسا ہی کام بڑے دل پذیر انداز میں ایرانی شہنشاہ داریوش کے محل واقع سُوسا میں استعمال کیا گیا تھا جو ۵۰۰ ق۔م کے قریب تیار ہوا تھا۔ عربوں کے حملے تک یہ فن ان علاقوں میں کس مپرسی کی حالت میں موجود تھا۔ اسلامی اثر کے تحت یہاں کے کوزہ گروں نے نئے فنی عمل

اور تزئینی نمونوں کے ساتھ پھر سے تجربے شروع کئے۔

مسلمانوں کی کوزہ گری کی ابتدائی تاریخ ابھی تک لکھی نہیں گئی ہے۔ اور اگرچہ اس کے بہت سے دلچسپ نمونے حالیہ سالوں میں دریافت ہوتے ہیں، پھر بھی ان کا مقام پیدائش اور ان کا شجرہ سب بڑی حد تک قیاسی باتیں ہیں۔ یہ واضح ہے کہ ایران، عراق، شام اور مصر میں واقع بہت سے مراکز سے نکل کر اس کی بہت سی قسمیں تیزی کے ساتھ پوری اسلامی دنیا میں پھیل گئیں۔ لیکن قطعی طور پر یہ متعین کرنا ناممکن ہے کہ کس مخصوص قسم کے برتن کی ابتدا کہاں سے ہوئی مقبولِ عام قسم کے ظروف اتنے دور دور تک پھیل گئے تھے کہ وضع قطع اور بناوٹ میں یکساں قسم کے ظروف بہت سے ایسے قدیم مقامات پر ملے ہیں جو ایک دوسرے سے بہت دور واقع ہیں۔ یہاں یہ دکھانے کے لئے کہ ابتدائی اسلامی کوزہ گری کس قسم کی تھی، ایک دو مثالیں کافی ہوں گی۔

سُوسا میں روغنی مٹی کی ایک رکابی ملی ہے۔ اس پر سفید زمین دے کر کوبالٹ[1] سے گہرے نیلے رنگ سے خشخاش کے بونڈے کا نقش بنایا گیا ہے۔ خیال ہے یہ رکابی نویں صدی عیسوی میں بنی ہے ایسے ہی نمونے سامرا میں واقع ایک قصر کے محلِ وقوع سے کھود کر نکالے گئے ہیں۔ یہ قصر خلیفہ ہارون الرشید کے ایک بیٹے نے ۸۳۶ء میں بنوایا تھا اور پچاس سال کے بعد اس میں رہائش ترک کر دی گئی تھی۔ یہ رکابی نیلے اور سفید رنگ کے اس آرائشی نقشے کی اولین مثال ہے جس سے مغربی کوزہ گری کا فن اب بہت آشنا ہے۔ یہ طرز بعد میں چین کے ذریعہ موجودہ یورپ میں درآمد ہوئی ہے۔ نویں صدی ہی میں عباسی حکمران چین کے بنے ہوئے ظروف گلی اپنے ملک میں درآمد کر رہے تھے۔ چین کے تہانگ خاندان کے تحت جس قسم کے مٹی اور چینی کے ظروف بنائے گئے تھے وہ سامرا میں بھی دریافت ہوائے ہیں۔ ان کے ساتھ ہی ایسے برتن بھی ملے ہیں جو چین کے بنے ہوئے ظروف گلی کی واضح طور پر مقامی نقل ہیں۔ اس رکابی پر حقیقت سے قریب جس قسم کا نقش بنایا گیا ہے، اس کا تعلق بیرونی روایت سے ہے۔ لیکن خوبصورت نیلا رنگ جس طرح استعمال ہوا ہے وہ بہت دل کش ہے یہ رنگ آخر کار چین پہنچ گیا جہاں

---

[1] کوبالٹ، نکل سے مشابہ ایک قسم کی دھات ہے جس سے سوسنی رنگ نکلتا ہے۔ (مترجم)

اسے "اسلامی نیلا" رنگ کہا جاتا تھا۔ نیلے اور سفید برتن بنانے کے لئے چینی اسے اتنا ناگزیر سمجھنے لگے کہ اگر بعض نامعلوم اسباب کی بنا پر کبھی کبھار اس کی درآمد رک جاتی تو ان برتنوں کا بننا بھی عارضی طور پر رک جاتا تھا۔ اس طرح اگرچہ عام طور پر مغرب "چینی کے نیلے اور سفید، ظروف کو مشرق بعید سے وابستہ کرنے کا عادی ہے، لیکن خود وہاں مخصوص نیلے رنگ کو مسلمانوں سے منسوب کیا جاتا تھا۔ مسلمان کوزہ گروں نے اس رنگ کو پندرھویں اور سولھویں صدی میں ایشیائے کوچک کے مقام کوتاہیہ میں تیار ہونے والے بعض برتنوں پر بڑی مہارت کے ساتھ استعمال کیا ہے۔

مسلمان کوزہ گروں نے ترقی پسند تصورات کو شوق سے قبول کرنے کے ساتھ ساتھ زبردست بداعت کو بھی برقرار رکھا۔ باہر سے حاصل کئے ہوئے تصورات کو انھوں نے ایک نمایاں روایت کے سانچے میں کچھ اس طرح ڈھال دیا کہ بہت سی دلچسپ مثالیں اس کی واضح طور پر شہادت دے رہی ہیں۔ مٹی کے مرتبان کا ایک ڈھکن، جس کو کندہ کاری اور رنگ کاری سے مزین کیا گیا ہے، اور گیارھویں صدی کے ایران کا بنا ہوا ہے، اب نیویارک کے میٹرو پولی ٹن عجائب گھر میں رکھا ہے۔ یہ نام نہاد "گبری" کام کا ایک نمونہ ہے۔ خیال ہے اس طرح کے برتن آتش پرست بنایا کرتے تھے۔ عربوں کے ایران فتح کرنے کے بہت دنوں بعد تک بھی یہ آتش پرست ایران کے بعض علاقوں میں اپنے قدیم دین پر قایم تھے۔ اس ڈھکن پر لگی ہوئی پتلی سی سفید تہ کو اس کے نچلے جسم کی سرخ مٹی تک بھدے لیکن پُراثر طریقے پر کھود کر تزئین کاری کی گئی ہے۔ پھر پورے ڈھکن پر ایک شفّاف روغن کا لیپ دیا گیا ہے۔ اس شفاف روغن کو زرد، سبز، گلابی یا عُنّابی رنگ دیا گیا ہے۔ بعض صورتوں میں ان رنگوں کے بے ترتیب ٹیکے اور دھبے اس طرح دے گئے ہیں کہ ایک ہم عصر چینی طرز کی یاد تازہ ہو جاتی ہے۔ ساسانی دور کے نقوش جیسے شکاری سوار، دیو مالا کے حیوانوں اور برگ دار مخصوص تزئین کاری کے رواج کی وجہ سے "گبری" ظروف گلی کو اسلامی عہد کے ابتدا کا کام قرار دیا گیا تھا لیکن اس کام کے ایسے نمونے بھی ملے ہیں جن پر گیارھویں اور بارھویں صدی کے کوفی رسم خط میں تحریریں موجود ہیں۔ اس لئے اب اس کام کے بڑے حصے کو اسی عہد کا قرار دیا جاتا ہے۔ استرکاری پر کھدائی

کا کام جس میں اندا کی رنگ برنگی سطح نظر آتی ہے (Grafito work) کہلاتا ہے۔ چین میں اس طرح کی تزئین کاری کا عام رواج تھا۔ لیکن ضروری نہیں کہ اس کام کی ابتدا وہیں ہوئی ہو کیونکہ اس طرح کا کام قبل اسلام مصر میں بھی دکھائی دیتا ہے۔ پندرھویں صدی میں اس عمل کو اطالوی کوزہ گر بڑی کامیابی کے ساتھ استعمال کر رہے تھے۔ اطالیہ کے ان کوزہ گروں نے یہ کاری گری اسلامی ذرائع سے حاصل کی تھی جہاں سے انھوں نے اور بہت سا بیختہ فنی علم حاصل کیا تھا جو نشاۃ ثانیہ کے دوران میں فنِ کوزہ گری کی تجدید میں ان کے بہت کام آیا۔

ایسے ظروف گلی جن کو اصطلاح میں "چمک دار ظروف گلی" (Lustred Pottery) کہا جاتا ہے، ان کے بنانے میں مسلمانوں کو غیر معمولی مہارت حاصل ہوئی ہے۔ اس میں چمک دار سطح پر نقوش ایک دھاتی نمک سے بنائے جاتے ہیں اور دھوئیں میں پکا کر ان نقوش کو اس طرح پکا کر لیا جاتا ہے کہ اس میں ایک طرح کی دھاتی چمک آجاتی ہے۔ یہ دھاتی چمک مختلف نمونوں میں مختلف ہے لیکن تانبے جیسی سرخ، کہیں سنہری مائل زرد اور بعض صورتوں میں قوس قزح کے رنگ برنگی شوخ رنگوں کی جھلک دکھائی دیتی ہے۔ اس طرح کے برتنوں کے بعض نمونے چودھویں صدی کے قریب بنے ہیں، مشرق قریب، شمالی افریقہ، اور اسپین میں دریافت ہوئے ہیں۔ ان کے دور دور تک پھیلے ہوئے رواج سے اندازہ ہوتا ہے کہ پورے اسلامی ممالک میں ان کی کتنی زیادہ قدر ہوتی تھی۔ لیکن ان ظروف کی ابتدا کہاں سے ہوئی، یہ مسئلہ مشتبہ ہی رہتا ہے۔ آیا یہ ظروف گلی پہلی بار مصر میں بنے یا ایران میں، ہنوز ایک نزاعی مسئلہ ہے جس کے بارے میں ماہروں میں شدید اختلاف ہے۔ فسطاط کے ویرانے میں ایک بڑا ظرف ملا ہے جو لاورے (فرانس) کے عجائب گھر میں محفوظ ہے۔ خیال ہے یہ ظرف گیارھویں صدی کے قریب فاطمیین مصر کے عہد میں بنا ہے۔ اسی عجائب گھر میں روغنی مٹی کی ایک اور رکابی محفوظ ہے جس پر ایک شگفتہ رو، بُراق کی شکل، بیلیں اور خط کوفی میں طغرے بنے ہوئے ہیں یہ رکابی ایران کے قدیم شہر رے کے مقام پر ملی ہے جسے ۱۲۲۰ء میں مغلوں نے تباہ و برباد کر دیا تھا۔

شہر رے صنعت کوزہ گری کا ایک بہت بڑا مرکز تھا جہاں متعدد مخصوص قسم کی طرزیں ایجاد

ہوئی ہیں۔ اس کے کھنڈر کوزہ گری کے خوبصورت نمونوں کا معدن ہیں۔ اس شہر سے بعض خاص قسم گل دان اور رکابیاں وابستہ ہیں جن پر مختلف غیر شفاف رنگوں میں جیسے نیلے، سبز، عنابی، اور گلابی رنگوں سے رنگ کاری کی گئی ہے اور کہیں کہیں سفید یا ہلکی رنگی ہوئی زمین پر سونے کا ورق بھی لگایا گیا ہے۔ ان برتنوں پر مختلف رنگوں میں صورتیں بنائی گئی ہیں اور رسمی تزئین کاری کی گئی ہے۔ یہ صورتیں اور تزئین کاری اپنی نازک صناعی کے لحاظ سے یادگار ہیں۔ یہ تزئین کاری، ہم عصر مخطوطوں کی مصوری سے بہت مشابہ ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان کوزہ گروں نے ایسی شکلوں کا خیال وہیں سے لیا ہے۔ روغنی مٹی کا ایک پیالہ جو شہر رے میں تیرہویں صدی کے قریب بنا ہے، آب لاؤرے کے عجائب گھر میں محفوظ ہے۔ اس پیالے پر خوبصورت حلقے بنائے گئے ہیں اور ان حلقوں کو ابو الہول اور نشستہ مغنیوں کی شکلوں سے آراستہ کیا گیا ہے۔ لاطینی حرف S جیسی منحنی لکیروں کو سیدھا اور الٹا جوڑ کر یہ حلقے بنائے گئے ہیں یہ ان برتنوں کی ایک اچھی مثال ہے جو عام طور پر "چھوٹے پیمانے کے برتن" (Miniature ware) کہلاتے ہیں۔ مغلوں نے تیرہویں صدی میں جب اس شہر کو زیر کیا ہے اس وقت یہاں یہ صنعت اپنے پورے شباب پر تھی۔

وکٹوریا اور البرٹ عجائب گھر، لندن میں دوائیں رکھنے کا ایک مرتبان محفوظ ہے۔ مٹی کے اس مرتبان کو فیروزی، گہرے نیلے اور سیاہ رنگوں سے رنگا گیا ہے۔ یہ مرتبان اس قسم کے ظروف کا نمائندہ ہے جو تیرہویں اور چودھویں صدی کے دوران میں ایران کے شہر سلطان آباد میں بن رہے تھے۔ اہل اطالیہ اس وضع کے مرتبانوں کو (Albarello) کہتے تھے۔ انھوں نے غالباً یہ اصطلاح عربی لفظ "البرنیہ" سے لی تھی جس کے معنی دوا کے مرتبان کے ہیں۔ اس برتن کا نام ہی بتا رہا ہے کہ مشرق میں یہ کس کام آتا تھا اور اطالیہ میں بھی ان سے یہی کام لیا جاتا رہا۔ پندرہویں صدی میں اطالیہ کے عطاروں کی دوکانوں میں ایسے مرتبان بہت دکھائی دیتے تھے جو مشرق سے درآمد کی دواؤں اور محفوظ رکھنے والی چیزوں سے بھرے رہتے تھے۔ اس تجارت نے مغرب میں دوا رکھنے کے طاوی مرتبانوں کے لئے ویسی نمونوں کو اسی طرح منتقل کیا جیسے آج بھی ہم تک ادرک رکھنے کے چینی مرتبان پہنچتے ہیں۔ وکٹوریا اور البرٹ عجائب گھر میں دوائیں

رکھنے کا ایک مرتبان محفوظ ہے جو مشرقی طرز پر اطالوی ایراد کا ایک نمونہ ہے۔ مٹی کے اس زرد رنگ کے برتن پر گہرے نیلے رنگ سے گل کاری کی گئی ہے۔ یہ برتن پندرھویں صدی کے وسط میں بمقام فائنزا (Faenza) بنا ہے۔

چمک دار روغن سے مرصع دواؤں کے برتن اہل اطالیہ، بلنسیہ سے حاصل کرتے تھے جو مغرب میں اس طرح کے ظروف کا اسلامی مرکز تھا۔ اس قسم کے بعض نفیس ترین برتن اسی مقام پر بنے تھے اور بعض اوقات بیرونی گاہکوں کی فرمائش پر بنے تھے اور ان گاہکوں کے خاندانی نشان ان برتنوں پر بنائے جاتے تھے۔ وکٹوریا اور البرٹ عجائب گھر میں ایک رکابی محفوظ ہے جسے زرد اور نیلے چمک دار روغن سے مزین کیا گیا ہے۔ یہ رکابی فلارنس کے خاندان دگلی اگلی (Degli Agli) کے ایک فرد کے لئے پندرھویں صدی کے آخر میں بمقام بلنسیہ بنائی گئی تھی اس رکابی پر اس شخص کے خاندان کا مارکہ بنا ہوا ہے۔ اندلس کے بنے ہوئے چمک دار روغنی ظروف گلی کی نقالی میں اہل اطالیہ ایسے کامیاب ہوئے کہ سولھویں صدی میں مقامی کوزہ گروں نے نشاۃِ ثانیہ کے مخصوص نقشوں کو چمکانا سیکھ لیا۔ اور انھیں کچھ ایسے ڈھنگ سے کبھی نہ مدھم ہونے والی آب وتاب دینے لگے جو پچھلی روایت سے قطعاً الگ تھی۔ اطالیہ کا شہر گبیو (Gubbio) اس صنعت کا بہت مشہور مرکز تھا۔ یہاں اس فن کا زبردست استاد جارجیو اندریولی (Giorgio Andreoli) کام کرتا تھا۔ اس نے برتنوں پر جو سنہرا اور سرخ رنگ دیا ہے اس کی نظیر اطالیہ اور مشرق میں ڈھونڈے سے نہیں ملتی۔

سولھویں صدی کی ابتداء میں کوزہ گری کی صنعت کا نظام ہر جگہ بدل رہا تھا اس کے اظہار کی شکلوں میں ایک دوسرے سے ملتی جلتی دو طرزیں جو ایشیائے کوچک اور شام میں بتدریج جنم لے رہی تھیں بڑی آب وتاب کے ساتھ پروان چڑھنے لگیں۔ ان طرزوں میں ہوتا یہ ہے کہ مٹی کا برتن بنا کر اس پر سفیدے کی تہ چڑھائی جاتی ہے۔ اس کے بعد ان پر شفاف روغن سے نقش ونگار بنائے جاتے ہیں ان کے خاکے سیاہ ہوتے ہیں اور گل بوٹوں کا رنگ گہرا سبز، نیلا اور گہرا گلابی ہوتا ہے۔ ایشیائے کوچک کے کارخانوں نے ان رنگوں میں ٹماٹے جیسا گہرا روشن سرخ رنگ بھی بڑھایا تھا۔ ان برتنوں کی غالباً

دلچسپ ترین ارتقائی صورت یہ تھی کہ انھیں دیواری ٹائیلوں کی طرح استعمال کیا جانے لگا۔ انھیں مربع ٹکڑوں کی صورت میں گھڑا جاتا تھا اور ان پر ایک بڑے نقش کے مختلف اجزا اتارے جاتے یا الگ الگ ٹکڑوں پر بڑے بڑے متناسب گل بوٹے بنائے جاتے جو اپنی جگہ مکمل ہوتے تھے۔ قسطنطنیہ، بروسا اور سلطنت عثمانیہ کے دوسرے بڑے شہروں میں ایسی بہت سی عمارتیں ہیں جن کی دیواریں اس دلکش تزئین سے جگمگا رہی ہیں۔

تزئینی فنون کے عجائب گھر، پیرس (Musee des Arts Decorafito) میں اس قسم کی دیواری ٹائیلوں کے بہت سے نمونے محفوظ ہیں۔ ان نمونوں میں سے یہاں ہم تکراری بیل بوٹوں کے نقوش والے ٹائیلوں کے تین نمونوں کو بطور مثال پیش کرتے ہیں۔ ایک نمونے میں ٹائیل بنانے والے نے ہر ٹائیل کے وسط میں ایک نوک دار بیضوی نقش بنایا ہے، اور اسی شکل کا ایک چوتھائی حصہ ٹائیل کے چاروں گوشوں پر بنایا ہے۔ جب اس طرح کے کئی ٹائیل ایک جگہ جمائے جاتے ہیں تو یہ سب مل کر مزین کی ہوئی جگہ پر اوپر سے لے کر نیچے تک ایک دوسرے کے مقابلے میں لہراتی ہوئی پٹیوں کا سا اثر پیدا کرتے ہیں۔ اس ڈزائین کا مقابلہ ایک اور ڈزائین سے کیجئے جو بالکلیہ نیچرل وضع کا ہے۔ اس کے اندر ایک دوسرے کے متوازی بیلیں بنائی گئی ہیں جن میں باری باری ایک نوکدار پتے اور انگور کے خوشے اور دوسری پر بادام کے پھول بنائے گئے ہیں، ایک اور ٹائیل میں یہ دونوں نمونے جن میں سے ایک رسمی اور ایک قدرتی ہے، آپس میں ملا دئے گئے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ شوکت الیہود کی نازک پتیوں کا جالا اور بیچ بیچ میں اس کے پھول بھی اس ڈزائین میں بڑھائے گئے ہیں۔ سیدھی سادی شکلوں کی بظاہر ایک دوسرے سے بے میل تفصیلات کو لے کر ان کے مرکب ڈزائین تیار کرنا اس دبستان کی خصوصیت ہے۔ اس کے ساتھ ہی ہمیں یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ مسلمان فن کار تزئینی تصورات کا کس باقاعدگی کے ساتھ تجزیہ کر رہے تھے۔ اسی عجائب گھر میں ایک اور نمونہ ہے۔ یہ کئی ٹائیلوں کا ایک تختہ ہے۔ ان ٹائیلوں پر جو گل کاری کی گئی ہے وہ سب مل کر ایک بڑا آرائشی نقشہ بناتے ہیں۔ خوبصورت ٹائیلوں کا یہ تختہ دوسری طرز کی نمائندگی کرتا ہے۔ یہ دمشق کے کام کا ایک نفیس نمونہ ہے اور اس پر ہلکے نیلے، سبز

اور گلابی رنگوں سے نقش ذنگار بنائے گئے ہیں۔ اس طرح کی رنگ کاری شامی کام کو ترکی کام سے ممیّز کرتی ہے ــــــ

ترکی اور شامی کوزہ گر اپنے ٹائیلوں میں ایک ہی طرح کی تکنیک سے کام لیتے تھے اور خوبصورت رکابیوں، پیالوں، گل دانوں اور مختلف قسم کے برتنوں کی تزئین بھی ایک ہی طرح سے کرتے تھے۔ برٹش میوزیم میں سولھویں صدی کے ایشیائے کوچک کی بنی ہوئی ایک خوبصورت صراحی محفوظ ہے اس صراحی پر سرخی مائل سبز زمین دے کر سفید رنگ میں ابوالہول اور پرندوں اور درندوں کا ایک عجیب مجموعہ بنایا گیا ہے۔ یہ قدیم طرز کی ایک یادگار مثال ہے جس میں قدیم عناصر کی جھلک نظر آتی ہے۔ سُرخ رنگ کی جھلک جس نے رنگ کی ترکیب میں جان ڈال دی ہے، اس کے ترکی نژاد ہونے کی چغلی کھا رہی ہے۔ ایشیائے کوچک کی بنی ہوئی چیزوں پر سرخ رنگ ہمیشہ نہیں ملتا، لیکن شامی کام میں یہ رنگ سرے سے ملتا ہی نہیں۔

اس قسم کے ظروف اور ٹائیلوں میں جو تزئینی عناصر استعمال کئے گئے ہیں ان میں بے شبہ سب سے زیادہ متاثر کن عناصر میں گل کار نقشہ ہے۔ ایسا ہی نقشہ دمشق کے بنے ہوئے مذکورۂ بالا تختے پر بنا ہوا ہے۔ اس تختے پر دو بڑے بڑے خوبصورت گل دانوں سے رنگ بیل کر نکلتی ہوئی بکثرت بیلوں پر لالہ، گلاب، سنبل، سوسن، اور بادام کے پھول دکھائے گئے ہیں۔ پھولوں کا نقش ہمیشہ بڑی مہارت اور چابک دستی سے بنایا گیا ہے اور ایسے تزئینی ذوق کے ساتھ بنایا گیا ہے کہ ان کا قدرتی پن صرف ایک عکسی نقش ہی بن کر نہیں رہ گیا ہے۔ ایران سے ان نقاشوں نے گل کاری کا مسالہ حاصل کیا اور انھیں اتنے حسین و جمیل انداز میں پیش کرنا بھی اسی ملک سے سیکھا آکسفورڈ کے آشمولین عجائب گھر (Ashmolean Museum) میں سولھویں صدی کا بنا ہوا روغنی مٹی کا ایک جگ (قرابہ) محفوظ ہے۔ یہ قرابہ دمشق کا بنا ہوا ہے اور ایرانی نمونوں سے متاثر ہے۔ اس پر فلس نما حلقوں کی نیلی زمین دے کر لالہ اور گلاب کے پھولوں سے تزئین کاری کی گئی ہے۔ اپنی نازک نقاشی اور روشن رنگوں کے لحاظ سے یہ قرابہ اپنی آپ نظیر اور ایک شاہکار ہے۔

بڑی حد تک ترکی اور شامی واسطوں سے ایران ہی سے مغربی آرٹ نے وہ پھول حاصل کئے جو اب عام طور پر ہمارے باغوں میں اگائے جاتے ہیں۔ لیکن کسی زمانے میں یورپ ان پھولوں سے اسلامی مشرق سے درآمد کردہ ظروف اور چینی برتنوں پر بنی ہوئی ان کی تصویروں کے ذریعہ ہی سے روشناس تھا۔ بس بک (Busbecq) نے جو قسطنطنیہ میں شہنشاہ کا سفیر تھا، سولھویں صدی کے وسط میں گل لالہ کو پہلی بار یورپ میں درآمد کیا تھا۔

شام میں قدیم الایام سے زجاج سازی کا کام ہوتا چلا آتا تھا۔ یہاں مسلمانوں نے شیشے پر تزئین کاری کی ایک خاص طرز کو ترقی دی۔ اس طرح کا تزئینی کام مختلف قرابوں، صراحیوں، گلدانوں اور دوسری چیزوں پر منقش دکھائی دیتا ہے۔ اس طرح کی تزئین میں رنگین میناکاری میں عام طور پر سونے کی جلا دے کر مختلف شکلیں اور گل بوٹے بنائے جاتے ہیں۔ بعض نمونے جو اس طرح مزین کئے ہوئے ملتے ہیں، ایرانی اور شامی ظروف گلی کی یاد تازہ کر دیتے ہیں۔ بعض فنی اسباب کی بنا پر خیال ہے یہ نمونے اس کام کے سب سے قدیم نمونے ہیں۔ غالباً یہ کام ان عراقی صناعوں کا ہے جو مغلوں کے پہلے حملے میں عراق سے بھاگ کر شام میں پناہ گزیں ہوئے تھے۔ یہاں انھوں نے اپنے کارخانے قائم کر لئے تھے جو چودھویں صدی عیسوی تک کافی عروج پاتے رہے۔ لیکن جب تیمور لنگ نے ۱۴۰۱ء میں شام کو زیر کر لیا تو یہ بھی نیست و نابود ہو گئے۔

برٹش میوزیم میں شام کا بنا ہوا تیرھویں صدی کا ایک بلوریں پیالا محفوظ ہے۔ اس پیالے پر اتفاقاً کتبات کی منقش دو پٹیاں بنی ہوئی ہیں اور ان پٹیوں کے درمیان کسی رئیس کو تخت پر جلوہ افروز دکھایا گیا ہے۔ تخت کے دونوں طرف دو ملازمان شاہی کھڑے ہیں۔ یہ تیرھویں صدی کے آخر کی طرز نقاشی کا مخصوص نمونہ ہے۔ یہ نقاشی جگمگاتی سرخ و سفید میناکاری اور ملمع کاری میں پیش کی گئی ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ پیالا بننے کے فوراً بعد ہی یورپ آگیا ہوگا کیوں کہ اسے ایک بیش قیمت شے مان کر ایک نازک سی چاندی کی ڈنڈی اور چاندی کی چوڑی سی نشست دے کر ساغر بنالیا گیا ہے۔ چاندی کی اس نشست اور ڈنڈی پر چودھویں صدی کی مروجہ گل کاری کی گئی ہے۔ ہم عصر

دستاویزوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس زمانے میں شام کے بنے ہوئے شیشے کے ظروف کی نصرانی دنیا میں بڑی قدر و قیمت تھی۔ فرانس کے بادشاہ چارلس پنجم کے خزانوں کی جو فہرست ۱۳۷۹ء میں مرتب کی گئی تھی اس میں شام کے بنے ہوئے دو ظروف کی بڑی وضاحت سے درج کئے ہوئے داخلے ملتے ہیں۔ ان کے بارے میں فہرست میں لکھا ہے: "شیشے کا گل دان جو دمشقی طرز کی شکلوں سے مزین ہے" اور "شیشے کا چوڑا طشت جس پر دمشقی طرز کے نقش بنے ہوئے ہیں"۔ برٹش میوزیم میں ایک اور شامی پیالا ہے جو یقیناً کسی نصرانی کے لیئے خاص طور پر بنایا گیا ہوگا کیوں کہ اس کے اوپر بی بی مریم، حضرت عیسیٰ، قدس پیٹرس، قدیس پال کی شکلیں اور ایک لاطینی کتبہ ملتا ہے۔ وینس کے زجاج کار تیرھویں صدی سے یورپ بھر میں مشہور تھے چودھویں صدی میں انھوں نے زجاج کاری کے مشرقی طریقوں کی طرف توجہ کی، اور مینا کاری کے فنی عمل میں اتنی مہارت پیدا کرلی کہ جلد ہی اس فن پر مسلمانوں کا اجارہ باقی نہ رہا۔ وینس سے یہ فن یورپ کے دوسرے مرکزوں میں پھیل گیا اور وہاں اس کی نئی طرزیں وجود میں آنے لگیں۔ خوش رنگ مینا کاری سے مزین شراب رکھنے کی صراحیاں جو سترھویں اور اٹھارھویں صدی میں بہت عام تھیں، اصل میں قرون وسطیٰ کی اسلامی صناعی کی بگڑی ہوئی شکلیں تھیں۔

مشرقی ظروف کی یہ نقلیں دلچسپ ضرور ہیں لیکن مشرقی ظروف کی وضع میں جو دل کشی اور ان کی تزئین میں جو بے ساختگی تھی، اس کی یہ نقلیں کبھی بھی حریف نہ بن سکیں لاوڑے کے عجائب گھر میں شام کی بنی ہوئی چودھویں صدی کی ایک لمبی گردن والی مینا کار شیشے کی صراحی محفوظ ہے۔ برٹش میوزیم میں شام کا بنا ہوا اسی عہد کا ایک بہت ہی نازک اور خوبصورت ڈھکن والا کاسہ رکھا ہے۔ یہ ظروف مسلمانوں کے دسترخوان کے باقی ماندہ ظروف زجاج ہیں۔ برٹش میوزیم والی صراحی پر مینا کاری میں حلقے، کتبے اور بل کھاتے پتے افقی طور پر پٹیوں کی صورت میں بنائے گئے ہیں۔ اس صراحی پر ۱۳۴۵ء میں مملوک سلطان مصر الکامل سیف الدین شعبان سے متوسل ایک امیر کا نام ملتا ہے۔ کاسے پر بھی اسی طرح کے نقش و نگار سبز، نیلے، سرخ اور سفید مینا کاری میں بنائے گئے ہیں اور کہیں کہیں ان پر ملمع بھی کیا گیا ہے۔ عام طور پر اس شکل کے برتن نہیں ملتے۔ اس نفیس برتن پر لکھا ہے: عز لمولانا السلطان۔ باقی